ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی

سیاسی زندگی کا آغاز

تمام مشرق میں یہ امر بالصراحت مطالعہ میں آئے گا کہ ہمیشہ جو بھی تحریک خواہ کسی رنگ میں ہوئی اسے زیادہ تر شخصی حیثیت ہی حاصل رہی برعکس اس کے مغرب میں عام طور پر جماعتیں بذات خود تحریک ہوتی ہیں۔ اور مشرق میں اس شخص کا ایک حلقۂ احباب بن جاتا ہے اور بعض اوقات وہ جماعت اس شخص سے ہی منسوب ہوجاتی ہے۔ پھر اس جماعت یا شخصیت کو ایسے ایسے نشیب و فراز سے واسطہ پڑتا ہے۔ اور اس کی زندگی میں ایسے ایسے واقعات پیش آتے ہیں کہ وہ آخراس ملک کی تاریخ کا اہم باب بن جاتے ہیں۔ اگر ہم مرحوم عطاء اللہ شاہ بخاری کی زندگی پر ذرا ٹھنڈے دل سے غور کریں۔ بالخصوص ۱۹۲۰ء سے لیکر ۱۹۶۱ء تک تو اس عظیم الشان شخصیت کی ایک نمایاں حیثیت سامنے آجائے گی۔ جب سے آپ نے سیاست میں حصہ لینا شروع کیا تھا۔ تو یہی جذبہ اور عمل تا دم واپسیں قائم رہے۔

میں اپنی ملازمت کے ضمن میں لدھیانہ میں ۱۹۱۵ء سے لے کر ۱۹۲۲ء تک مقیم رہا۔ ان چند سالوں میں ملک کے ان سیاسی حالات کا تجربہ اور مشاہدہ کیا کہ عقل حیران ہوتی ہے جو خاص کر جنگ عظیم اول کے زمانہ ۱۹۱۴ء سے ۱۹۱۸ء کے بعد رونما ہوئے یہی زمانہ تھا جب کہ مسلم لیگ نے زور پکڑا یہی ایام تھے جب کہ خلافت تحریک کا آغاز ہوا۔ یہی زمانہ تھا جب کہ رولٹ ایکٹ کی مخالفت ہوئی جس کی وجہ سے امرتسر میں جلیانوالہ باغ کے واقعات ظہور میں آئے اور کانگریس نے اسی وجہ سے اپنا ہنگامہ خیز اجلاس دسمبر ۱۹۱۹ء امرتسر میں ہی منعقد کیا۔

اور پھر لاہور اور امرتسر میں مارشل لاء کے واقعات ان سب سے بڑھ کر اسی زمانہ میں مہاتما گاندھی کی تحریک ترک موالات شروع ہوئی۔ جس نے ملک بھر میں ایک کونے سے لے کر دوسرے کونے تک آگ کی ایک خاص لہر دوڑا دی تھی۔ ہم نے اسی زمانہ میں ان تمام سیاسی تحریکوں کا ایک فوری اثر عوام میں یہ دیکھا کہ مسلم ہندو اتحاد و اتفاق ایسا زور دار ہوا کہ نہ اس سے قبل ایسا سنا تھا نہ اس کے بعد پھر ہوا۔ اور اسی اتحاد کی برکت سے ہم نے اپنی آنکھوں سے بادشاہی مسجد میں رولٹ ایکٹ کے خلاف ہندوؤں کو تقریریں کرتے دیکھا۔ اور وہیں مسلمان خفیہ پولیس افسر ہندو مسلم نوجوانوں سے پٹتے بھی دیکھا۔ غرضیکہ یہ ایک طویل داستان اس سیاسی پس منظر کی ہے جس کا مرکز زیادہ امرتسر بن چکا تھا۔ اور یہ ہی زمانہ ۱۹۱۹ء، ۱۹۲۰ء کا تھا جبکہ حضرت شاہ صاحب مرحوم حالات کی تاب نہ لاکر امرتسر سے ہی جہاں ان کی مستقل قیام گاہ تھی۔ منصۂ شہود پر آئے اور سیاست میں قدم رکھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ آزادیٔ وطن کے بیج بوئے گئے۔ مگر افسوس اس امر کا ہے کہ وہ لوگ جنھوں نے یہ بیج اپنے ہاتھوں سے بوئے تھے۔ آج ہم میں موجود نہیں ہیں۔ مگر مؤرخ کو چاہیئے کہ ان کے کارناموں کو صفحۂ تاریخ پر نہایت دیانت داری سے ثبت کرے۔ بعض احباب ابھی تک ایسے موجود ہیں جنھوں نے اس دور کی سیاسیات میں عملی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک مبصر،

ایک منصف مزاج اخبار نویس کی حیثیت سے حصہ لیا ہے۔

چنانچہ ۱۹۱۹ء کی امرتسر کانگرس کے بعد ملک میں ایسے ایسے سیاسی واقعات ظہور پذیر ہوئے کہ ہر نوجوان خود اپنے محور سے ہٹا ہوا دکھائی دیتا تھا۔ اس کی بڑی وجہ ہندو مسلم اتحاد بھی تھا اور پھر امرتسر تو انگریز کے ظلم و ستم کا خاص نشانہ بن چکا تھا۔ میں سمجھتا ہوں یہی وہ اسباب تھے جو سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو میدان سیاست میں لے آئے۔ ہر بڑے شہر میں روزانہ کسی نہ کسی تحریک کے تحت جلسے اور جلوس منعقد ہوتے تھے۔ ہندو مسلم اتحاد کی بدولت ہر تحریک میں حصہ لینے والے بھی دونوں ہندو اور مسلمان ہوتے تھے، اور وہی ان تحریکوں کے والنٹیر بھی ہوتے تھے۔ لدھیانہ اس زمانہ میں خاص اہمیت حاصل کر چکا تھا۔ اور یہاں کافی سیاسی راہنما موجود تھے۔ جگراؤں تحصیل لدھیانہ تو لالہ راجپت رائے کا گھر تھا۔ انہیں ایام میں ایک روز اس نے بھی غلہ منڈی میں تقریر کی تھی۔ لوگ ابھی تک گاندھی کی تحریک عدم تعاون سے تذبذب کی حالت میں تھے۔ کہ اتنے میں تحریک خلافت نے زور پکڑ لیا۔ مارچ ۱۹۲۰ء کا زمانہ تھا تعلیمی ادارے موسم بہار کی چھٹیوں کی وجہ سے بند ہو رہے تھے۔ اور میں لاہور گھر آنے کی تیاری کر رہا تھا کہ شہر میں اعلان ہو گیا کہ ۱۹ مارچ جمعہ کے دن تمام ہند میں "یوم خلافت" منایا جائے گا اور سارے ہندوستان میں ہڑتال ہو گی۔ چنانچہ یہ ہڑتال ہوئی اور خوب ہوئی اس روز لدھیانہ میں بعد دوپہر ایک عظیم الشان جلسہ ہوا جس کی صدارت ایک ہندو وکیل گنپت رائے نے کی۔ مولوی حبیب الرحمن اور میاں عبد الحئی نے تقریریں کیں۔ ریزولیوشن پاس کئے۔ ایک ہنگامہ بھی ہوا۔ تجویز میں کچھ الفاظ زائد کرنے کے مسئلے پر اختلاف ہو گیا۔ جس کی بنا پر ایک اور صدر کا انتخاب ہوا اور از سر نو جلسہ ہوا۔ مجھے خوب یاد ہے کہ جلسے میں وکیل مولوی کریم بخش مرحوم نے حالی کی دعاء

اے خاصۂ خاصان رسل وقت دعا ہے

نہایت رقت کے ساتھ کھڑے ہو کر پڑھی اور جلسہ اختتام کو پہنچا۔

اس جلسے کے بعد لاہور آنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ اتنے میں شہر میں پھر اعلان ہو گیا کہ ۲۴ مارچ کی شب کو ایک بہت بڑا جلسہ ہو گا۔ بعض لوگ یہ بھی افواہ پھیلا رہے تھے کہ گاندھی جی آئیں گے اور یہ جلسہ عدم تعاون سے متعلق ہو گا۔ ہم سب احباب مل کر گلچین گلی سبحان منزل سے جلسہ میں گئے۔ اس زمانہ میں ایسے جلسوں میں کمبل ساتھ لے جایا کرتے تھے۔ کیوں کہ رات بھر جلسے ہوتے تھے اس رات ہم انتظار کرتے رہے دیر تک کوئی بھی نہ آیا۔ مگر لوگ برابر آتے جا رہے تھے اور متمنی تھے کہ عدم تعاون سے متعلق کچھ سنیں کہ یہ ہے کیا۔ کیونکہ اس کے متعلق وہاں یہ پہلا جلسہ تھا۔ اگرچہ اخبارات میں کافی شور ہو چکا تھا کسی نے کہا ٹرین لیٹ ہے مقررین حضرات ضرور آئیں گے آپ انتظار کریں۔ اس زمانہ میں دو ٹرینیں لاہور سے رات کے وقت آتی تھیں ایک رات ۹ بجے کے قریب ہردوار کے لئے اور نصف شب کے قریب بمبئی میل آتی تھی چنانچہ شور ہوا کہ جلسہ میں تقریر کرنے والے لوگ آ گئے ہیں تھوڑی دیر کے بعد ہم نے دیکھا کہ کچھ لوگوں کے ہمراہ جو منتظمین تھے۔ تین اور حضرات بھی سٹیج پر آئے۔ معلوم ہوا کہ ان میں ایک تو سید عطاء اللہ شاہ بخاری دوسرے مولانا سید داؤد غزنوی اور ملک لال خان صاحب شامل ہیں جیسا کہ میری کاپی میں اس شب کی یادداشت میں لکھا ہوا ہے جلسے میں ان تینوں حضرات کا مع ان کے کارناموں سے تعارف کرایا گیا۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے متعلق کہا گیا کہ ایک دو روز ہوئے آپ کی شادی ہوئی

ہے اس وقت کو آج بھی میری آنکھیں دیکھ رہی ہیں کہ سید صاحب ایک بند گلے کا کوٹ یا شیروانی سفید شلوار اور سر پر ایک مشہدی لنگی باندھے ہوئے تھے۔ نہایت خوب صورت نوجوان، داڑھی تھی جس کو ابھی تک قینچی نے بھی نہیں چھوا تھا۔ لدھیانہ کے لوگ آپ سے بالکل ناآشنا تھے۔ کیونکہ میرا خیال ہے کہ ابھی چند روز سے ہی آپ نے سیاسیات میں قدم رکھا تھا۔ میری کاپی میں جلسہ میں سامعین کی تعداد دس ہزار لکھی ہے مجھے یاد ہے کہ سب سے آخر میں آپ نے تقریر کی۔ جس کا خلاصہ میری کاپی میں درج ہے جو ہدیہ قارئین کرام کرتا ہوں۔ آپ نے ابتدا میں نہایت خوش الحانی سے تلاوت کلام پاک کی۔ جس نے حاضرین جلسہ کو بہت محظوظ کیا اور ایک سکتہ سا چھا گیا۔ آپ نے تقریر میں فرمایا "ہمیں زمانہ کے تقاضوں کے تحت آج (برٹش) گورنمنٹ کے خلاف عمل کرنا چاہیئے۔ یعنی انکم ٹیکس ادا نہیں کرنا چاہیئے۔ زمینوں کا مالیہ ادا نہ کریں۔ غیر ملکی اشیاء کی خرید و فروخت سے احتراز کرنا چاہیئے۔ مادر وطن کی بنی ہوئی چیزیں استعمال کریں۔ اور ان کو فروغ دیں۔ ہر شخص جو اپنے مذہب کی واضح ہدایت کے خلاف جابر گورنمنٹ کی ملازمت ترک کردے اور ہمارے سوراج حاصل کرنے کے یہ واضح ذرائع ہیں۔ اور ملک بھی اس طرح جلد ترقی کرے گا"

آپ تقریر کے دوران میں اشعار کو خوب عمدگی سے پڑھتے تھے۔ اور اکثر یہ شعر ضرور پڑھتے تھے

جو عدوّ باغ ہو برباد ہو
چاہے وہ گلچیں ہو یا صیاد ہو

اور کبھی یہ شعر بھی جھوم کر پڑھتے تھے

دل صد چاک سے بگڑی تو نہ اچھا ہوگا
زلف سے کہدو کہ پیچ کرلے شانہ سے

یہ جلسہ نصف شب کے بعد تک جاری رہا غرضیکہ میرے نزدیک سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا یہ تھا آغاز۔ پھر اس کے بعد آج تک انہوں نے ہر طرح نہایت مستقل طور پر مجلس احرار سے وابستگی رکھی وہ عیاں ہے۔ جو بعد میں ظہور میں آئی اور آپ ہی کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ تھا۔ اس کے بعد میں نے اکثر اوقات آپ کو دیکھا اور ملاقاتیں بھی ہوئیں تبادلہ خیالات بھی ہوا لاہور میں جب "رنگیلا رسول" کے ضمن میں ہنگامے ہوئے۔ اور مسلمانوں نے ذرا منظم طریق پر اس کی مخالفت میں جلسے شروع کئے تو آپ آگے آگے تھے۔ اور اس میں مولوی عرفان بھی شامل تھے۔ ایک روز میرا خیال ہے اسی موضوع پر مسجد وزیر خان میں نماز جمعہ کے بعد اجتماع تھا۔ اور شاہ صاحب کی تقریر تھی اس زمانہ میں اس مسجد میں مولوی سید دیدار علی شاہ صاحب خطیب تھے مگر موضوع ان کے لئے ایسا ہی تھا اور حسن اتفاق سے اس مجمع میں مولانا محمد علی صاحب اور مولوی عرفان مرحوم بھی شمولیت کے لئے آگئے تھے۔ شاہ صاحب بیان فرمارہے تھے۔ اور میں اس وقت قریب ہی بیٹھا تھا۔ تقریر نے جب زور پکڑا تو میں نے مولوی محمد علی مرحوم کو مولوی عرفان کے کان میں آپ کی تقریر سے محظوظ ہو کر عالم رقت میں کہتے سنا

ان من البیان لسحرا (حدیث)

اس خاکسار کے مراسم مولوی عرفان سے بھی تھے وہ مسکرائے اور زیادہ متوجہ ہو کر تقریر سننے لگے رنگیلا رسول

کے ایجیٹیشن نے یہاں تک زور پکڑا کہ لوگ قید ہونے لگے۔ اور یہ جلسے لاہور میں دہلی دروازہ کے باہر ایک طویلہ میں زمیندار اخبار کے دفتر کے پیچھے ہوتے تھے۔ ایک روز شاہ صاحب شام کو تقریر کر چکے تھے اور ہم منتظر تھے کہ اب آپ کو قید کیا جائیگا۔ اور اس زمانہ میں لاہور میں ایک ڈی ایس پی سید نور حسین پتلے دبلے شخص ہوتے تھے۔ ہم علامہ کے مکان پر بعد دوپہر تقریبا ۲، ۳ بجے موجود تھے یہ بھی وہاں آئے ہم سب نے سمجھا کہ شاہ صاحب کا وارنٹ گرفتاری لیکر آئے ہیں۔ جو واقعی تھا مگر انہوں نے ڈاکٹر صاحب کو باتوں میں ٹالنا چاہا غرضیکہ وہ شاہ صاحب کے بعد گرفتار ہوئے۔ اور اسی شب ایک اور شخص شیخ عبد الرشید بھی اسی جرم میں گرفتار ہوئے اس کے بعد مولوی خدا بخش (کشمیر) بھی گرفتار ہوئے غرضیکہ کافی لوگ گرفتار ہوئے۔

مجھے خوب یاد ہے کہ میں ایک مرتبہ ستمبر ۱۹۳۸ء میں جب میں دوسری مرتبہ یورپ سے واپس آچکا تھا اپنے ایک دوست سید میر احمد حسین کے ہمراہ شملہ سے چل کر بہاولپور پہنچا جو دہلی میں موجود تھے اور شاہ صاحب کے شملہ کے میزبان ہوتے تھے۔ اور ہم وہاں عشاء کی نماز کے بعد شہر میں گھومنے پھرنے کیلئے نکلے تو معلوم ہوا کہ شاہ صاحب وہاں کہیں شہر میں تقریر کر رہے ہیں تو ہم بھی پہنچے جلسہ کے اختتام پر ملاقات ہوئی معلوم ہوا کہ آپ کی طبعیت لگاتار سفر میں اور تقاریر اور کھانے کا خاطر خواہ انتظام نہ ہونے کی وجہ سے ٹھیک نہیں ہے۔ اسی طرح میں ایک مرتبہ پونہ سے (۱۹۴۰ء، ۱۹۴۷ء) بمبئی آیا تو میرے مرحوم بچپن کے دوست پروفیسر ابراہیم ڈار امرتسری نے فرمایا کہ اس مرتبہ شاہ صاحب نے بمبئی میں وہ تقریریں کی ہیں کہ اس کی مثال نہیں اور لوگ بہت محظوظ ہوئے ہیں ہم نے یہ دیکھا کہ حضرت علامہ انور شاہ مرحوم نے جو اپنے زمانہ میں علوم دینی میں امام مانے گئے تھے آپ کو امیر شریعت کے لقب سے نوازا تھا اور بیعت کی تھی۔ آپ پر یہ حدیث ان من الشعر لحکمہ وان من البیان لسحرا یعنی شعر میں حکمت ہے اور بیان میں ایک جادو ہے غرضیکہ یہ ہر دو صفات آپ پر صادق آتی تھیں آپ جب قرآن کریم پڑھتے اور اشعار پڑھتے تو ہر انسان ایک مرتبہ تو ضرور جھوم جاتا۔

کاش اس وقت ٹیپ ریکارڈ ہوتا تو آج ہمارے پاس ان کی وہ تقریریں محفوظ ہوتیں جو کئی کئی گھنٹے تک دہلی دروازہ کے باہر ہوتیں تھیں۔ اللہ تعالی مرحوم کو غریق رحمت کرے وہ واقعی آزاد مرد تھا۔